Al-Mīthāq ***(Research Journal of Islamic Theology)***
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 05, **Issue** 01, January - March 2026, **PP**: 169-183
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

مذہبی رواداری اور اقلیتوں کے حقوق کا تصور: اسلامی تعلیمات کے تناظر میں تحقیقی جائزہ

The Concept of Religious Tolerance and Minority Rights: A Research-Based Study in the Light of Islamic Teachings

1. Dr. Qaria Nasreen Akhtar
qarianasreen@bzu.edu.pk

Assistant Professor,
Institute of Islamic Studies,
Bahauddin Zakariya University, Multan.

How to Cite:	Dr. Qaria Nasreen Akhtar. 2026: "The Concept of Religious Tolerance and Minority Rights: A Research-Based Study in the Light of Islamic Teachings". Al-*Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 5 (01): 169-183.		
Article History:	**Received**: 20-02-2026	**Accepted**: 20-03-2026	**Published**: 31-03-2026

Copyright:	**©The Authors**
Licensing:	This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

Conflict of Interest: Author(s) declared no conflict of interest.

Abstract & Indexing

DRJI · ADVANCED SCIENCES INDEX · ADVANCED SCIENCE INDEX · CiteFactor Academic Scientific Journals · ASIAN Research Index · SCI · Google Scholar · اشاریہ اردو جرائد · تحقیقات تحقیقاتی اشاریہ · ADL ASIAN DIGITAL LIBRARY · EuroPub

Publisher

HIRA INSTITUTE *of Social Sciences Research & Development*

مذہبی رواداری اور اقلیتوں کے حقوق کا تصور: اسلامی تعلیمات کے تناظر میں تحقیقی جائزہ

The Concept of Religious Tolerance and Minority Rights: A Research-Based Study in the Light of Islamic Teachings

Dr. Qaria Nasreen Akhtar
Assistant Professor,
Institute of Islamic Studies, Bahauddin Zakariya University, Multan.
qarianasreen@bzu.edu.pk

Abstract

Islam is a religion that upholds human dignity and the sanctity of life. It guarantees that all citizens of an Islamic state, regardless of their faith, enjoy complete freedom in practicing their religion, without coercion or restriction. Islamic teachings emphasize the protection of rights for both Muslims and non-Muslims, ensuring that minority communities are treated with fairness, respect, and justice. The Qur'ān explicitly commands the protection of minority rights and instructs Muslims to uphold ethical conduct toward others, irrespective of faith. The moral framework in Islam promotes equality and human dignity, requiring Muslims to treat non-Muslims with kindness and justice. Historical examples from the Prophetic era demonstrate that non-Muslim captives were provided food and assistance in times of need, illustrating the practical application of religious tolerance. Islam safeguards the life, property, honor, privacy, religious practice, and social rights of minorities, allowing them to live according to their own beliefs while contributing to the broader society. This study critically examines the principles of Islamic social governance regarding religious minorities, exploring Qur'ānic verses and Prophetic traditions that support tolerance, freedom of religion, and minority rights. It further analyzes the ethical and legal mechanisms established to ensure coexistence, social harmony, and protection of minority communities. The research concludes that Islamic teachings provide a comprehensive framework for protecting minority rights, emphasizing justice, compassion, and moral responsibility, which are essential for building inclusive and harmonious societies.

Keywords: *Religious Tolerance, Minority Rights, Freedom of Religion, Islamic Ethics, Social Justice, Qur'ānic Guidance, Prophetic Traditions.*

تعارفِ موضوع

ہدایت صرف اللہ کی طرف سے ہے اگر اللہ پاک چاہیں تو سب کو ہدایت عطا فرمائیں اور سب لوگ ایمان لے آئیں۔ اس لئے کسی کو بھی اسلام قبول کرنے کیلئے زبردستی نہیں کرنی چاہیے۔ ہدایت اور ناکامی کا ماخذ صرف اور صرف اللہ کی ذات ہے۔ اس لئے جو لوگ اللہ کی ہدایت کے مطابق ایمان لاتے ہیں وہ ایمان پر مکمل طور پر کاربند رہتے ہیں چاہے حالات جس طرح کے مرضی ہوں۔ قرآن مجید میں مسلمانوں کو اخلاقی تعلیمات دی گئی ہیں۔ ان اخلاقی تعلیمات میں بطور انسان مسلم اور غیر مسلم میں کوئی فرق نہیں ہے

انہی تعلیمات کی روشنی کو مد نظر رکھتے ہوئے مسلمان غیر مسلموں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے تھے۔ غیر مسلم قیدیوں کو کھانا کھلاتے تھے۔ اس وقت جب ان کو خوراک کی ضرورت ہوتی تھی۔ اسلام میں اقلیتوں کے جان مال، عزت و آبرو، نجی زندگی، مذہبی زندگی معاشرتی زندگی کا تحفظ دیا ہے تاکہ وہ اپنی زندگی کو اپنے مطابق گزار سکیں۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت کا حکم فرمایا ہے۔ اسلام میں مسلم اور اقلیت کی دیت برابر قرار دی ہے۔ اسی طرح غیر مسلموں کے مال کو بھی مسلمانوں کے مال کی طرح حفاظت دینے کا حکم فرمایا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى۔[1]

اے ایمان والو! فرض ہوا تم پر قصاص برابری کرنا مقتولوں میں۔

اس آیت قرآنی میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو قصاص کے وقت عدل سے کام لینے کا حکم دیا ہے کہ آزاد کے بدلے آزاد، غلام کے بدلے غلام، عورت کے بدلے عورت، اس بارے میں حد سے نہ بڑھو۔ جیسا کہ جاہلیت کے زمانے میں بنو قریظہ اور بنو نضیر میں جنگ ہوئی اور بنو نضیر فاتح ہوئی۔ اس کے نتیجے میں یہ فیصلہ ہوا کہ جب بنو نضیر کسی قرظی کو مارے گا تو بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ ایک سو وسق کھجور دیت میں لی جاتی تھی۔ جب کوئی قرظی نضری کو مار ڈالے تو قصاص میں اسے قتل کر دیا جاتا اور اگر دیت لی جاتی تو دوگنی یعنی دو سو وسق کھجور لی جاتی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کی اس رسم کو مٹایا اور عدل و مساوات کا حکم دیا۔[2] اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں یہ بیان فرمایا ہے کہ جب بھی قصاص لیا جائے چاہے وہ مسلم ہو یا غیر مسلم قصاص اللہ کے حکم کے مطابق لیا جائے گا اور دور جاہلیت میں جو رسم و رواج قائم تھے ان کو ختم کر دیا اور قرآن میں حکم بیان کر دیا گیا ہے کہ مسلم اور غیر مسلم دونوں برابر ہیں۔

رواداری کے لغوی و اصطلاحی مفہوم

رواداری کا لغوی معنی کسی بات کو رعایت سے جائز رکھنا اور بے تعصبی[3]، علم، منظور کرنا اور ماننا بھی رواداری کے معنی میں آتا ہے۔[4] رواداری فارسی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی کسی بات کو جائز اور مباح رکھنا، تعصب نہ کرنا۔[5] رواداری کے معنی عربی زبان کے لفظ "تسمح تسامح" سے ماخوذ ہیں یعنی نرمی برتنا اور دوسروں سے در گزر کرنا ہے۔ رواداری کے معنی یہ ہیں کہ جن لوگوں کے عقائد یا اعمال ہمارے نزدیک غلط ہیں ان کو برداشت کرنا، ان کے جذبات کا خیال کر کے، ان پر ایسی نکتہ چینی نہ کریں جو ان کو رنج پہنچانے والی ہو، اور انہیں ان کے اعتقاد سے پھیرنے یا ان کے عمل سے روکنے کے لئے زبردستی کا طریقہ نہ اختیار کریں۔ اس قسم کا تحمل اور اس طریقے سے لوگوں کو اعتقاد و عمل کی آزادی دینا نہ صرف ایک مستحسن فعل ہے بلکہ مختلف جماعتوں میں امن و سلامتی کو برقرار رکھتا ہے۔[6] رواداری کے معنی بہت وسیع ہیں جو لوگ غلط عقیدہ یا اعمال اپناتے ہیں ان کو برداشت کرنا رواداری ہے ان کو اپنے مذہب کے مطابق زندگی گزارنے کی اجازت دینا۔ یہ بھی رواداری ہے برا کام کرنے والے کے کام کو برا کہو۔ لیکن جو برا کام کر رہا ہے اس کو برا نہ کہا جائے۔

مسلمانوں کی باہمی رواداری

اسلام میں مسلمانوں کو بھی آپس میں رواداری کا حکم دیا ہے کہ وہ اپنے مسلمانوں بھائیوں کا خیال رکھیں۔ ان کے ساتھ رواداری کا معاملہ اپنائیں۔ اگر کسی مسلمان بھائی سے کوئی غلطی ہو جائے تو اس کو معاف کر دیا جائے کیونکہ مسلمان مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ ۔[7]

مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسلمان تو مسلمان کا بھائی ہے۔ چاہے جو بھی ہو، وہ اپنے مسلمان بھائی پر ظلم نہیں کر سکتا۔ اس کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتا، اپنے مسلمان بھائی کی تذلیل نہیں کر سکتا۔ اس لیے فرمایا گیا کہ ایک مسلمان بھائی کے لئے اس سے بڑا شر کیا ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے بھائی کی تحقیر کرے۔ [8]

مسلمان تو آپس میں بھائی بھائی ہیں مسلمان بھائیوں کے درمیان اگر کوئی لڑائی ہوتی ہے اول تو یہ ان کی باہمی اخوت کے منافی ہے کیونکہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں لیکن اس بات کو بھی مد نظر رکھنا چاہیے کہ شیطان کی شیطانیت کی وجہ سے کوئی نہ کوئی نزاع برپا ہو ہی جاتا ہے۔ [9] اس آیت مبارکہ میں اللہ پاک نے مسلمان بھائی کا مسلمان بھائی کے ساتھ تعلق بیان کیا ہے کہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اسی طرح قرآن مجید میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ اگر کوئی دو مسلمان بھائی آپس میں لڑ پڑتے ہیں تو ان کے درمیان صلح کرا دینی چاہیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِىْ تَبْغِىْ حَتّٰى تَفِىْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ۔ [10]

اور اگر مومنوں میں سے کوئی دو فریق آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دو، اور اگر ایک فریق دوسرے پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع کر لے۔ پس جب وہ رجوع کر لے تو وہ دونوں فریق میں مساوات کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف سے کام لو کہ خدا انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

یہاں پر مسلمانوں کو حکم دیا جارہا ہے کہ یہ اگر مسلمانوں کے دو گروہ، یا دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرا دینی چاہیئے۔ اس آیت کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو صحیح بخاری میں مروی ہے ایک مرتبہ آپ ﷺ منبر پر خطبہ دے رہے تھے۔ آپ ﷺ کے منبر کے پاس حضرت حسنؓ بھی تھے۔ آپ ﷺ نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ میرے اس بچہ کی وجہ سے مسلمانوں کی دو جماعتوں کے درمیان صلح کرا دے گا اور آپ ﷺ کی پیش گوئی سچی نکلی اور اہل شام اور اہل عراق میں بڑی لمبی لڑائیوں اور ناپسندیدہ واقعات کے بعد آپ کی وجہ سے صلح ہو گئی۔ [11]

دین اسلام شرافت، امانت اور دیانت کا دین ہے۔ اس میں ہر ایک مسلمان کو عزت کے ساتھ اور شرافت کے ساتھ زندگی گزارنے کی تعلیم دی ہے۔ اس میں رواداری کی تعلیم دی گئی ہے۔ تمام مسلمان برابر ہیں اس لیے مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ ایک دوسرے کی عزت کا خیال رکھیں چھوٹے بڑے کی عزت کریں، یہاں اخلاق کی تعلیم دی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۔ [12]

اور تمہارے بچے جب بلوغت کو پہنچ جائیں تو ان کو بھی اسی طرح اجازت لینی چاہیے جس طرح ان سے اگلے (یعنی بڑے آدمی) اجازت حاصل کرتے رہے ہیں، اسی طرح خدا تم کو اپنی آیتیں کھول کھول کر سناتا ہے اور خدا جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں بھی اخلاق کی تعلیم دی جارہی ہے کہ اگر کسی کے گھر جانا ہو تو اجازت لے کر جانی چاہیے جب تک بچہ بالغ نہیں ہوا تو کوئی بات نہیں لیکن جب بچہ بلوغت کو پہنچ جاتا ہے تو اس کو اجازت لینی چاہیے۔

رواداری: حدیث رسول ﷺ کی روشنی

آپ ﷺ نے کثرت کے ساتھ مسلمانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ رواداری کرنے کی تلقین کی ہے۔ ایک دوسرے کے ساتھ اچھے تعلقات قائم کرنے کا درس دیا ہے ایک دوسرے کو محبت، پیار اور شفقت کے ساتھ زندگی گزارنے کا درس دیا ہے۔ ارشاد ہے کہ:

صل من قطعك واعط من حرمك واعف عمن ظلمك۔[13]

جو تم سے تعلق توڑے اس سے صلہ رحمی کرو جو تمہیں محروم کرے اسے عطا کرو، جو تم پر ظلم کرے اس سے در گزر کرو۔

اس حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ نے مسلمانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ رواداری کا حکم اس طرح دیا ہے کہ اگر کوئی تمہارے ساتھ تعلق توڑنے کی کوشش کرتا ہے تو تم اس کے ساتھ تعلق کو جوڑو نہ کہ تم بھی اس کی طرح ہو کر اپنا تعلق ختم کر دو اگر کوئی تمہارا مسلمان بھائی تمہارے ساتھ ظلم کرتا ہے تو تم کو چاہیے کہ تم اپنے مسلمان بھائی کو معاف کر دو، نا کہ اس کی طرح ہو جائے اور اگر کوئی تمہارے ساتھ برائی کی نیت رکھتا ہے کہ تم کو نقصان پہنچائے تو تم کو چاہیے کہ تم اس کے ساتھ احسان کا معاملہ کرو۔ احسان کرو اس کی غلطی کو معاف کر دو تا کہ وہ تمہارا اس طرح کا رویہ دیکھ کر سیدھی راہ اختیار کرے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے متعدد جگہ پر مسلمان بھائیوں کا آپس میں تعلق بیان کیا ہے۔ کہ مسلمان مسلمان کے ساتھ کس طرح محبت اور تعلق رکھتا ہے۔ حدیث مبارکہ ہے کہ:

مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ، مَثَلُ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى۔[14]

مسلمان سارے کے سارے اپنی محبت، رحم دلی اور میل جول میں مثل ایک جسم کے ہیں۔ جب کسی عضو کو تکلیف ہو تو سارا جسم تڑپ اٹھتا ہے کبھی بخار آ جاتا ہے۔

اسی طرح ایک اور جگہ پر مسلمانوں کا آپس میں تعلق بیان فرمایا ہے کہ:

الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا۔[15]

مسلم کا دوسرے مسلم سے تعلق ایک مضبوط عمارت جیسا ہے اس کا ایک حصہ دوسرے کو مضبوط کرتا ہے۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا"، ثُمَّ شَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ۔[16]

ایک مومن دوسرے مومن کے لیے اس طرح ہے جیسے عمارت کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو تھامے رہتا ہے (گرنے نہیں دیتا) پھر آپ نے اپنی انگلیوں کو قینچی کی طرح کر لیا۔

اس حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ نے مسلمانوں کو ایک مضبوط عمارت سے تشبیہ دی ہے کہ مسلمان ایک عمارت کی طرح مضبوط ہیں جس طرح عمارت کی ایک اینٹ دوسری اینٹ کو مضبوط بناتی ہے اسی طرح ایک مسلمان اپنے دوسرے مسلمان کو مضبوط بناتا ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ اتحاد اور محبت و شفقت کے ساتھ زندگی گزاریں۔

رواداری کی حد

رواداری کی حد یہ نہیں ہے کہ دس مختلف خیالات رکھنے والے آدمیوں کے مختلف اور متضاد خیالات کو درست قرار دیں۔ رواداری کی حد یہ ہے کہ لوگوں کے عقائد جو ہمارے نزدیک غلط ہیں ان کو برداشت کرنا ہے، کیونکہ ہم ایک صحیح عقیدہ رکھتے ہیں اگر

ایک درست عقیدہ رکھنے کے باوجود ہم دوسروں کے غلط عقائد کو رواداری کے تحت درست کہتے ہیں۔ تو یہ رواداری نہیں۔ یہ ایک منافقانہ اظہار رائے ہے۔ اس کو رواداری سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے قرآن مجید میں نیک لوگوں کی صفات بیان کی ہیں کہ رواداری کا خیال رکھتے ہوئے اپنے دین کی حفاظت کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا۔[17]

اللہ کے نیک بندے وہ ہیں جو جھوٹ پر گواہ نہیں بنتے اور جب کسی نامناسب فعل کے پاس سے گزرتے ہیں تو خودداری کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں یہ بیان کیا جارہا ہے کہ سچے مومن خلاف شرع کام کو صحیح نہیں سمجھتے یہ لوگ جھوٹ پر گواہ نہیں بنتے نہ ہی کافروں کو درست کہتے ہیں اور نہ ہی ان کی خلاف شرع محفلوں اور مجلسوں میں شریک ہوتے ہیں اگر کسی لغو اور بیہودہ جگہ سے اتفاقاً گزرتے ہیں تو مہذب اور کریمانہ انداز سے گزر جاتے ہیں۔[18] اللہ کے نیک بندوں کی یہی صفات ہیں کہ نہ ہی جھوٹ بولتے ہیں اور نہ ہی جھوٹ پر گواہ بنتے ہیں نہ کسی نامناسب اور برائی والے فعل میں شامل ہوتے ہیں اور نہ دوسروں کو شامل ہونے دیتے ہیں اور برائی والی جگہ سے خود داری کے ساتھ گزر جاتے ہیں کہ وہ جانتے ہیں یہ بری جگہ ہے اور اللہ پاک برائی سے دور رہنے کا حکم فرماتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذَاسَمِعُوااللَّغْوَاَعْرَضُوْاعَنْهُ وَقَالُوْالَنَآاَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَانَبْتَغِى الْجٰهِلِيْنَ۔[19]

اور جب کوئی نامناسب بات سنتے ہیں تو اسے درگزر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے اعمال ہمارے لیے اور تمہارے اعمال تمہارے لیے تم کو سلام ہے ہم جاہلوں سے کچھ غرض نہیں رکھتے۔

اس آیت مبارکہ میں ایمان والوں کی ایک خوبی یہ بیان کی گئی ہے کہ اول تو جاہل سے کوئی بات ہی نہیں کرتے۔ اگر کسی جاہل سے کوئی لغو بات ہو جاتی ہے تو ان کو سلام کر کے آگے نکل جاتے ہیں اور ان کی بات کا کوئی جواب ہی نہیں دیتے۔[20]

اسلام میں اقلیتوں کے حقوق کا تصور

اسلام جہاں مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ کرتا ہے۔ وہ غیر مسلموں کے حقوق کا بھی مکمل پاسبان ہے۔ بطور انسان وہ کسی کافر و مسلم کی تفریق کا حامل نہیں۔ اس کے نزدیک بطور انسان سب برابر ہیں۔ دین اسلام میں جو اخلاقی تعلیمات دی گئی ہیں ان میں کسی طرح کی کوئی تمیز نہیں کہ مسلمان اور کافر کے ساتھ کس طرح کا معاملہ رکھنا ہے قرآن کریم میں اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے۔ حالانکہ جب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہو رہی تھیں، اس کے باوجود مسلمان قرآن کی ان تعلیمات پر عمل کرنے کے پابند تھے۔[21]

اسلام رواداری، امن و سلامتی اور احترام انسانیت کا دین ہے۔ اسلامی شریعت اور اسلامی ضابطہ حیات کے مطابق اسلامی معاشرے کا ہر فرد بلا تفریق مذہب و ملت، عزت و مساوات اور بنیادی انسانی حقوق کے حوالے سے یکساں حیثیت کا حامل ہے۔ اسلامی ریاست میں مملکت کے تمام باشندے خواہ وہ کسی بھی مذہب کے پیروکار ہوں بلا تفریق عقیدے اور مذہبی معاملات میں پوری طرح آزاد ہیں ان پر مذہبی معاملات میں کسی قسم کا کوئی جبر و زبردستی نہیں ہوگی۔ اسلام مذہبی رواداری کا درس دیتا ہے۔ اسلامی ریاست میں ہر فرد بلا تفریق مذہب، زبان، قوم اور ملت کے سب برابر ہیں۔ ان کو ان کی مذہبی معاملات میں آزادی ہوگی چاہے وہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں ان کے مذہبی معاملات میں کسی قسم کی کوئی زبردستی نہیں کی جائے گی اور نہ ہی ان کے خداؤں کو برا بھلا کہا جائے گا۔ قرآن میں بھی ان تمام باتوں کی مذمت کی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ فَيَسُبُّوا اللهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ۔[22]

اور (اے ایمان والو) یہ لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں انہیں گالیاں نہ دو، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ شرک سے آگے بڑھ کر جہالت کی بنا پر اللہ کو گالیاں دینے لگیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ اور مومنین کو منع فرمایا ہے کہ وہ مشرکین کے خداؤں کو برا بھلا نہ کہیں کیونکہ اگر مومنین ایسا کریں گے تو بدلے میں مشرکین بھی مومنوں کے خدا کو گالیاں نکالیں گے اس لیے اس میں اگرچہ کوئی تھوڑی سی بھلائی بھی ہو یا مصلحت ہو تو پھر بھی مشرکین کے خداوؤں کو برا بھلا نہ کہو، کیونکہ اس سے زیادہ فساد پیدا ہوگا۔ جب آپ ﷺ نے مشرکین مکہ کو خدا کی دعوت دی تو انہوں نے کہا کہ اے محمد ﷺ آپ ہمارے خداوؤں کو برا بھلا نہ کہیں ورنہ ہم بھی تمہارے اللہ کو گالیاں دیں گے یہ وہ صورت حال ہے کہ یہاں پر مصلحت کو بھی اس لیے نظر انداز کر دیا جاتا ہے کہ اس کے مقابلے میں فساد بڑھ جاتا ہے۔[23]

یہود کے ساتھ رواداری

مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کے بعد آپ ﷺ کا سامنے دوسرے مذاہب کے لوگوں کے ساتھ ہوا۔ مدینہ میں یہودی قبائل کے ساتھ عیسائی اور مشرکین بھی آباد تھے۔ علاوہ ازیں نافقین کی شکل میں بھی لوگ موجود تھے جو آپ ﷺ کو ہمیشہ نقصان پہنچانے کے درپے رہتے تھے لیکن ان تمام مشکلات اور تکالیف کے باوجود آپ ﷺ نے کبھی ان کے ساتھ زیادتی نہیں کی اور نہ ہی ان کو کوئی نقصان پہنچایا بلکہ ہمیشہ ان کے ساتھ حسن سلوک اور رواداری کا مظاہرہ کیا اور ساتھ ساتھ ان کے حقوق کی حفاظت اور ان کی مذہبی آزادی کو کبھی نشانہ نہیں بنایا بلکہ ان کو مکمل طور پر مذہبی آزادی دی تاکہ وہ کسی کے خوف اور ڈر کے بغیر اپنی مذہبی تعلیمات پر عمل کریں۔ مدینہ میں بہت سے قبائل آباد تھے جن میں یہودیوں کے بھی قبیلے موجود تھے۔ ان کے تین بڑے مشہور قبیلے تھے۔ بنو نضیر، بنو قینقاع اور بنو قریظہ، یہ تین قبائل بہت امیر اور طاقتور تھے، اور انہوں نے دوسرے قبائل کو اپنے ساتھ ملار کھا تھا اور ساتھ ہی ساتھ ان قبائل کو آپس میں لڑوایا ہوا تھا تاکہ مدینہ پر ان کی اجارہ داری قائم رہے۔ ہجرت کے بعد آپ ﷺ کا جن سے سب سے پہلے سامنا ہوا وہ یہود تھے۔ آپ ﷺ یہود کی تعلیمات سے باخوبی واقف تھے کیونکہ آپ ﷺ تو سابقہ انبیاء کی تصدیق کرنے کیلئے مبعوث فرمائے گئے ہیں۔ اس لئے آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ یہودیوں کو مدینہ سے نکالنا چاہیے یا ان کے ساتھ جنگ کرنی چاہیے یا ان کو تکلیف پہنچانی چاہیے بلکہ آپ ﷺ نے ان تمام یہودی قبائل کے ساتھ ایک معاہدہ کیا۔ یہ معاہدہ صرف یہودیوں کے ساتھ ہی نہیں تھا۔ بلکہ مدینہ کے تمام قبائل کے ساتھ تھا اس معاہدے میں اگر غور کیا جائے تو آپ ﷺ نے ہر جگہ پر ہر کسی کے ساتھ رواداری کا مظاہرہ کیا۔ کسی مسلم، یہودی یا غیر مسلم کے ساتھ کوئی فرق روا نہیں رکھا۔[24] ذیل میں یہود سے رواداری کے چند مظاہر پیش کیے جاتے ہیں:

- **غزوہ خیبر کے لوگوں کے ساتھ رواداری:** غزوہ خیبر کے لوگوں نے جب مدینہ کے یہودی بنو قینقاع بنو نضیر اور بنو قریظہ کا حال دیکھا تو انہوں نے مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کی تیاری شروع کر دی۔ انہوں نے سامان جنگ تیار کر لیا اور دوست قبیلوں کو مدد کے لئے پیغام بھیج دیا اور ان کو لالچ دی کہ وہ ان کو خیبر کے آدھے نخلستان دیں گے۔ اس طرح سے وہ قبیلے ان کی مدد کیلئے تیار ہو گئے۔ آپ ﷺ سفر حدیبیہ کے فوراً بعد خیبر کی طرف روانہ ہوئے تاکہ وہاں جا کر یہودیوں کو شکست دی جائے۔[25] یہودی سوچ رہے تھے کہ مسلمان ان پر کبھی حملہ نہیں کریں گے۔ کیونکہ ان کے پاس اسلحہ نہیں ہے اور وہ تعداد میں بھی کم ہیں اس وجہ سے یہودیوں نے حفاظتی تدابیر بھی اختیار نہیں کی تھیں۔ جب آپ ﷺ خیبر پہنچ گئے تو ان کو خبر نہیں تھی۔[26] اس

طرح سے آپ ﷺ اور مجاہدین کا یہودیوں سے مقابلہ ہوا سب سے پہلے قلعہ نطات کو اسلام کی دعوت دی کہ وہ اسلام قبول کرلے اور اپنی جان مال اور اہل عیال کو بچالے۔ لیکن انہوں نے جنگ کی اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اس کے بعد قلعہ ناعم کا محاصرہ کیا اور اس کو اسلام کی دعوت دی۔ لیکن انہوں نے بھی جنگ کرنے ارادہ کیا اور شکست سے دوچار ہوئے اسی طرح قلعہ حصن صموص اور قلعہ صعب بن معاذ کو فتح کرلیا گیا۔ آخر میں قلعہ زبیر کا محاصرہ کیا اور ان کا پانی بند کیا اور اس طرح وہ قلعہ سے جنگ کرنے کیلئے باہر نکلے اور مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ [27]

- **قلعہ طبع وسلام کیلئے معافی:** جب خیبر کے تمام قلعوں کو فتح کرلیا ماسوائے طبع وسلام کے تو انہوں نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ ان سے صلح کرلی جائے اور بدلے میں ان کی زمینیں جو اراضی کاشت ہیں وہ آپ ﷺ کے سپرد کردی جائیں گے۔ بس نصف لگان مقرر کرکے، ان کو یہاں آباد رہنے دیا جائے۔ اسی طرح فدک بھی فتح ہوگیا اور ان کو بھی امان دے دی گئی۔ لیکن ساتھ ہی ایک شرط رکھی کہ جب ہم آپکو چاہیں گے خیبر سے نکال دیں گے۔ اس طرح سے خیبر کی فتح میں رواداری کا خیال رکھا۔ [28] آپ ﷺ نے خیبر کے موقع پر بھی مکمل طور پر رواداری کو سامنے رکھا جنگ سے پہلے تمام قلعوں کو اسلام کی دعوت دی کہ جو اسلام قبول کرے گا اس کو امان دی جائے گی۔ اس کی جان مال اور اس کے اہل وعیال کو بھی امان دی جائے۔ اسی طرح سے آپ ﷺ نے ان کے ساتھ رحیمانہ سلوک کیا جن لوگوں نے جنگ کی ان کے ساتھ جنگ اور جن لوگوں نے صلح کی درخواست کی ان کے ساتھ صلح کی۔
- **غزوہ خیبر میں رواداری کی مثالیں:** حالانکہ غزوہ خیبر یہودیوں کے ساتھ تھا لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ نے ان کے ساتھ مکمل رواداری کا سلوک کیا تاکہ بعد کے مسلمانوں کو اس بات کی تعلیم دی جاسکے کہ غیر مسلموں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا چاہیے۔ یہودیوں کو ساتھ کاشت کاری کرنے کی اجازت دی۔ یعنی نصف بٹائی مقرر کی اور ان کو خیبر میں آباد رہنے دیا گیا۔ ایک احسان یہ بھی فرمایا کہ فتح کے دوران کو تورات کے نسخے مجاہدین کو ملے تھے وہ تمام کے تمام ان کے حوالے کردیئے گئے۔ ہر سال جب بھی آپ ﷺ کا نمائندہ پیدوار کی تقسیم کیلئے جاتا تھا وہ اجناس کو دوحصوں میں تقسیم کرتے تھے اور مزادعین کو کہتے تھے کہ دونوں میں سے جو حصہ پسند ہے وہ اٹھالو۔ آپ ﷺ کی اس طرح کی رواداری کو دیکھ کر ایک مرتبہ یہودی کے منہ سے بے ساختہ یہ نکل پڑا "اسی عدل وانصاف پر ارض وسماء قائم ہیں۔ [29] یہ آپ ﷺ کی رواداری کی واضح نشانیاں ہیں جو آپ ﷺ نے مدینہ اور خیبر کے یہودیوں کے ساتھ کی۔ اس رواداری کے بدلے میں یہودی بھی خوش ہوئے اور حتی کہ انہوں نے جرائم پر بھی آپ ﷺ کی سزا کو خوشی سے قبول کیا۔

عیسائیوں سے رواداری

جب سارا عرب فتح ہوگیا تو اس کے بعد آپ ﷺ نے عسائیوں کی طرف معلم بھیجے کہ وہ ان کو دین کی تبلیغ کریں اور ان کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دیں۔ اگر دعوت قبول کرلیں تو ٹھیک، اگر وہ مقابلہ کرنا چاہیں تو ان کے ساتھ مقابلہ کیا جائے۔ ذیل میں عیسائیوں کے ساتھ رواداری کے مظاہر پیش کیے جاتے ہیں:

- **وفد بنی الحارث:** بنی الحارث عیسائیوں کا ایک بڑا قبیلہ تھا اور یہ یمن میں آباد تھا۔ آپ ﷺ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو ان کی طرف دعوت دینے کیلئے بھیجا اور ساتھ فرمایا کہ تین دن تک دعوت اسلام دیں تاکہ وہ لوگ دین اسلام کو قبول کرلیں اور اگر ایمان نہیں لاتے اور مقابلہ کرتے ہیں تو ان کے ساتھ مقابلہ کیا جائے۔ لیکن بنی الحارث نے بغیر کسی مزاحمت کے اسلام کو قبول

کر لیا۔ چنانچہ ان کا ایک وفد آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کون لوگ ہیں گویا کہ ہندوستان کے آدمی ہیں؟ عرض کیا کہ ہم بنو الحارث ہیں۔ گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔[30]

- **نجران کے عیسائیوں کے ساتھ رواداری:** اہل نجران کو جب دعوت اسلام دی گئی تو وہ لوگ مقابلہ پر اترے آئے اور آپ ﷺ سے مقابلہ کے واسطے اہل بیت کو بلایا۔ لیکن یہ لوگ آپ ﷺ کی اعلیٰ صفات سے اس قدر متاثر ہو چکے تھے کہ خود ہی مقابلہ سے دستبر ار ہو گئے اور آپ ﷺ سے صلح کی درخواست دے دی اور ان شرائط پر صلح ہو گئی۔ "ان کی جان محفوظ رہے گی۔ ان کی زمین، جائیداد اور مال وغیرہ ان کے قبضہ میں رہے گا۔ ان کے کسی مذہبی نظام میں تبدیلی نہ کی جائے گی۔ مذہبی عہدہ دار اپنے اپنے عہدہ پر برقرار رہیں گے۔ صلیبوں اور موروتوں کو نقصان نہ پہنچایا جائے گا۔ ان کی کسی چیز پر قبضہ نہیں کیا جائے گا۔ ان سے فوجی خدمت نہیں لی جائے گی۔ پیدوار کا عشر نہیں لیا جائے گا۔ ان کے ملک میں فوج نہیں بھیجی جائے گی۔ ان کے معاملات ومقدمات میں پورا انصاف کیا جائے گا۔ ان پر کسی قسم کا ظلم نہیں ہونے پائے گا اور نہ ان کو کرنے دیا جائے گا۔ سود خوری کی اجازت نہیں ہو گی۔ کسی مجرم کے بدلہ میں غیر مجرم کو نہیں پکڑا جائے گا اور نہ کوئی ظالمانہ زحمت دی جائے گی۔ ان کا کوئی پادری اپنے علاقے سے نہیں نکالا جائے گا۔ کسی عیسائی کو اپنا مذہب ترک کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ کسی راہب کو اس کے راہب خانے سے خارج نہیں کیا جائے گا۔ کسی زائر کو سفر زیارت سے نہیں روکا جائے گا۔ مسجدیں یا مسلمانوں کے رہنے کے مکان بنانے کیلئے کوئی گرجاگھر مسمار نہ کیا جائے گا۔ جن عیسائی عورتوں نے مسلمانوں سے شادی کر رکھی تھی ان کو یقین دلایا گیا کہ وہ اپنے مذہب پر قائم رہنے کی مجاز ہوں گی اور اس بارے میں ان پر کوئی جبر واکراہ نہ کیا جائے گا۔ اگر عیسائیوں کو اپنے گرجاؤں یا خانقاہوں کی مرمت کیلئے یا اپنے مذہب کے کسی اور امر کے بارے میں امداد کی ضرورت ہو گی تو مسلمان انہیں امداد دیں گے۔ اس امداد کو ان کے مذہب میں شریک ہونے سے تعبیر نہیں کیا جائے گا بلکہ اسے حاجت مندوں کی حاجت داری اور خدا اور رسول ﷺ کے ان احکامات کی اطاعت سمجھا جائے گا۔ اگر کسی مسلمان کسی بیرونی عیسائی طاقت سے برسر جنگ ہوں گے تو مسلمانون کے حدود کے اندر رہنے والے عیسائی سے اس کے مذہب کی بناء پر حقارت کا برتاؤ نہ کیا جائے گا۔ اگر کوئی مسلمان کسی عیسائی کے ساتھ اس طرح کا برتاؤ کرے گا تو وہ رسول ﷺ کی نافرمانی کا مرتکب تصور ہو گا۔ یہ معاہدہ آپ ﷺ نے نجران کے عیسائیوں کو دیا۔ اس معاہدے میں مکمل رواداری کو سامنے رکھا گیا ہے اور عیسائی رعایا کو اس طرح کے حقوق دیئے گئے ہیں کہ جو ان کی اپنی حکومتوں میں بھی ان کو نہیں دیئے جاتے۔ اگر سابقہ فاتح قوموں کا برتاؤ محکوم قوم کے ساتھ دیکھا جائے تو زمین آسمان کا فرق ہے۔ آپ ﷺ نے رواداری کا عملی نمونہ تمام اقوام کے ساتھ اپنایا۔ ہر قوم کے ساتھ اسلام کی تعلیمات کی روشنی کے مطابق معاہدہ کیا۔

آنحضرت ﷺ کی مجوس کے ساتھ رواداری

آپ ﷺ نے صرف یہود ونصاری اور مکہ کے قریش کے ساتھ ہی رواداری کا رویہ نہیں اپنایا بلکہ آپ ﷺ نے مجوسیوں کے ساتھ بھی معاہدہ فرمایا ہے اور ان کے ساتھ رواداری کا معاملہ اپنایا۔ کیونکہ آپ ﷺ کی شخصیت رحمت للعالمین ہے، کسی کے ساتھ کبھی کوئی ناانصافی کا معاملہ نہیں کیا۔ سب کو برابری کے حقوق عطا کیے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے ہجر کے مجوسیوں کے ساتھ بھی رواداری کا معاملہ اپنایا۔

اہل ایلہ کے ساتھ روداری

9 ہجری میں آپ ﷺ غزوہ تبوک کیلئے روانہ ہوئے۔ یہ غزوہ قیصر روم کے خلاف تھا۔ انہوں نے آپ ﷺ کے قاصد کو

شہید کر دیا تھا جس کی وجہ سے آپ ﷺ نے جنگ کی تیاری کی تھی۔ لیکن قیصر روم کو آپ ﷺ اور مجاہدین کا مقابلہ کرنے کی ہمت ہی نہ ہوئی اس سفر میں جنگ نہیں ہوئی۔ لیکن اس راستہ پر دومنہ الجندل تھا جس کی طرف آپ ﷺ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو روانہ کیا تھا۔ اسی دوران اہل ایلہ کے بادشاہ یحنہ بن روبہ کو خطرہ لاحق ہوا کہ آپ ﷺ ہماری طرف مجاہدین کا لشکر نہ بھیج دیں اس صورت کے پیش نظر وہ خود ہی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا اور آپ ﷺ کی بارگاہ میں سفید خچر بطور ہدیہ پیش کیا اور اس کے نتیجے میں آپ ﷺ نے اسے اپنی چادر مبارک اوڑھائی اور اس کے ساتھ اس کے لئے امان نامہ لکھا۔[31] یہ آپ ﷺ کا حسن سلوک تھا اور رواداری تھی کہ دشمن اگر مقابلہ نہیں کر سکتا تھا تو وہ آپ ﷺ کے مشفقانہ اور رحیمانہ سلوک کو جانتا تھا۔ اس لئے وہ بلا کسی خوف وہراس کے خود آپ ﷺ کے پاس تشریف لے آتا تھا اور صلح کی درخواست کرتا۔ آپ ﷺ اس کے ساتھ صلح کر لیتے تھے اور ان کیلئے امان لکھ دیتے تھے۔

منافقین کے ساتھ رواداری

مدینہ منورہ میں ایک طبقہ ان مفاد پرستوں کا بھی پیدا ہو گیا تھا جو زبان سے ایمان لے آئے مگر دل ایمان ویقین سے بالکل خالی تھے۔ یہ لوگ اسلام کے بڑھتے ہوئے اثر کو دیکھ کر بظاہر مسلمانوں کے ساتھ ہو گئے تھے۔ مسلمانوں کے لیے دل میں سخت کینہ، بغض اور حسد رکھتے تھے۔ ان کا سربراہ عبد اللہ بن ابی ابن سلول تھا۔ یہ مدینہ کا بااثر آدمی تھا اور سرور عالم ﷺ کے مدینہ تشریف لانے سے پہلے مدینہ کے لوگ اس کو حکمران بنانے کی تیاری کر رہے تھے۔ حضور ﷺ کی ہجرت کے بعد اس کی آرزو خاک میں مل گئی۔ خود کو مسلمان ظاہر کرنے کے باوجود دل سے کافر ہی رہا۔ منافقین نے مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کیلئے ہر ممکن کوشش کی۔ آپ ﷺ کی شان میں گستاخیاں کیں۔ کافروں اور یہودیوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی ہر جنگ چاہے قریش مکہ کے ساتھ ہوئی۔ یا یہودیوں کے ساتھ ہوئی ہر جنگ میں مسلمانوں کو ناکام کرنے کی کوشش کی۔ ان سب شرارتوں اور عداوتوں کے باوجود آپ ﷺ نے ہر جگہ منافقین کے ساتھ رواداری اور حسن سلوک کا معاملہ کیا۔ آپ ﷺ جب یہودیوں پر فتح پاتے تب بھی عبد اللہ بن ابی ان کی سفارش کرنے کیلئے پہنچ جاتا اور آپ ﷺ اس کی چالاکیوں سے واقف ہونے کے باوجود اس کو معاف کر دیتے تھے۔ لیکن عبد اللہ بن ابی اور اس کے ہمنواؤں نے ہمیشہ آپ ﷺ کو دھوکہ دیا اس کے باوجود آپ ﷺ نے ان کے ساتھ رحم کا معاملہ اپنایا حتی کہ آپ ﷺ نے عبد اللہ بن ابی کا جنازہ بھی پڑھایا تھا اور اس کے بیٹے کی درخواست پر اپنا جبہ مبارک اس کے کفن کیلئے دے دیا تھا۔[32] یہ آپ ﷺ کی رواداری کی روشن مثال ہے کہ وہ شخص جو آپ ﷺ کو ہر موقع پر دھوکہ دیتا رہا، آپ ﷺ کے دشمنوں کی مدد کرتا رہا اور اوپر سے مسلمانوں کا لبادہ اُوڑھ کر مسلمانوں میں ہی انتشار پھیلاتا رہا، آپ ﷺ ان منافقین کی ہر دھوکہ دہی سے اللہ کے فضل وکرم سے واقف ہونے کے باوجو ان کو کبھی کوئی سزا نہیں دی اور آخر میں جب یہ دشمن اسلام اس دنیا سے رخصت ہوا تو اس کا جنازہ بھی آپ ﷺ نے ہی پڑھایا اور اپنا جبہ مبارک کفن کیلئے دیا۔ یہ رواداری کی سب سے اعلیٰ مثال ہے۔

جنگی قیدیوں کے ساتھ رواداری

آپ ﷺ نے جب مدینہ کی طرف ہجرت کی تو آپ ﷺ نے وہاں جا کر ایک ریاست بنائی اور ریاست کے بقاء کیلئے ہر طرح کی احتیاطی تدابیر اپنائی۔ لیکن اس کے باوجود مدینہ کے چاروں طرف سے حملوں کا خطرہ ہوتا تھا۔ اس لئے آپ ﷺ صحابہ کو ہر وقت ہوشیار رہنے کی تلقین کرتے۔ جب بھی جنگیں ہوئیں آپ ﷺ نے اسلامی تعلیمات کے مطابق جنگیں کیں اور فتح حاصل

کرنے کے بعد جو قیدی گرفتار ہو کر آتے تھے، آپ ﷺ نے ان کے ساتھ ہمیشہ رواداری کا سلوک کیا اور ان کے ساتھ نہایت اچھا برتاؤ کیا جس کی وجہ سے اکثر کفار ایمان لانے پر مجبور ہوئے۔ آپ ﷺ نے جنگی قیدیوں کے ساتھ جس طرح رواداری کو اپنایا۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

اوّل: بدری قیدیوں کے ساتھ رواداری: غزوہ بدر ایمان اور کفر کا پہلا معرکہ تھا، جس میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی نصرت فرمائی تھی فرشتوں کے ذریعے اور اس جنگ میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی تھی۔ اس جنگ میں ستر کفار قتل ہوئے تھے اور ستر کفار کو قیدی بنایا گیا تھا۔ یہ مسلمانوں کے ہاتھ پہلے قیدی تھے اور یہ مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن تھے جنہوں نے مکی دور میں مسلمانوں کو تیرہ سال بہت تکالیف پہنچائی تھیں اور ان کو اپنا آبائی گھر چھوڑنے پر مجبور کیا تھا۔ ان قیدیوں میں وہ لوگ تھے جو مسلمانوں کو شدید تکالیف دیتے تھے۔ اب مسلمان ان کو سزا دینا چاہتے تھے۔ لیکن آپ ﷺ نے ان قیدیوں کے ساتھ ایسا سلوک کیا جو آج کے معاشرے میں بالکل ناپید ہے۔ جب قیدیوں کو مدینہ لایا گیا اور آپ ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے ان قیدیوں کا سب سے پہلے قیام وطعام کا بندوبست فرمایا اور ان تمام قیدیوں کو صحابہ کرام میں حسب حیثیت تقسیم کر دیا۔ ہر ایک کو اس بات کی تاکید فرمائی کہ ان کے ساتھ انتہائی اچھا سلوک کرنا ہے اور ان کے آرام و آسائش کا پورا پورا خیال رکھا جائے۔ ان کو اچھا کھانا دیا جائے۔ آپ ﷺ نے قیدیوں کیلئے کوئی خاص فدیہ مقرر نہیں کیا تھا۔ یہ وہ جنگی قیدی تھے جنہوں نے آپ ﷺ کو انتہائی مشکلات اور تکالیف سے دوچار کیا تھا۔ مکہ جیسے شہر جو آپ ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھا اس شہر کو چھوڑنے پر مجبور کیا۔ مسلمانوں کو انتہائی تکالیف دیں۔ مسلمان اپنا گھربار اپنی زمینیں اور مال و دولت سب کچھ چھوڑ کر حبشہ گئے پھر اس کے بعد مدینہ کی طرف ہجرت کی اور وہاں جا کر آپ ﷺ زیر اثر زندگی گزاری۔ اب وہی لوگ مسلمانوں کے ہاتھ میں قیدیوں کی صورت میں تھے۔ لیکن آپ ﷺ اور مسلمانوں نے ان جانی دشمنوں کے ساتھ ایسا رواداری کا سلوک کیا جو پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ آپ ﷺ کا حسن سلوک اور صحابہؓ کی تربیت کو دیکھ کر اکثر لوگ مسلمان ہوگئے۔ یہ ہیں دین اسلام کی تعلیمات جو ہر صورت میں رواداری کا حکم دیتی ہیں۔[33]

دوم: غزوہ بنی مصطلق کے قیدیوں کے ساتھ رواداری: غزوہ بنی مصطلق کے سردار حارث بن ابی ضرار نے ایک بہت بڑی فوج جمع کی اور مسلمانوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ جب آپ ﷺ کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے جنگ کی تیاری کی اور جنگ کی جگہ پر پہنچ گئے۔ جب کفار کو آپ ﷺ کی آمد کی خبر ملی تو سارے بھاگ گئے صرف حارث بن فرار ہی اپنے قبیلے کے ساتھ بچے آپ ﷺ کے ساتھ چشمہ مریسیع کے مقام پر جنگ ہوئی اور دس کفار مارے گئے اور دو سو گھرانے گرفتار ہوئے۔ ان قیدیوں حارث بن ابی ضرار کی بیٹی بھی تھی جو ثابت بن قیس کے حصے میں آئی اور اس نے اس سے مکاتبہ کر لیا۔ جویریہ نے آپ ﷺ سے آکر بات کی تو آپ ﷺ نے ان کا معاوضہ ادا کیا اور اس کے ساتھ انکو اپنی زوجیت میں لے لیا۔ اس طرح جب صحابہؓ کو یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ قبیلے کے لوگ اب آپ ﷺ کے رشتہ دار ہیں تو صحابہؓ نے تمام قیدیوں کو آزاد کر دیا۔[34] یہ آپ ﷺ کے تربیت یافتہ صحابہ تھے۔ آپ ﷺ نے جس طرح رواداری کی تعلیم دی تھی صحابہ نے اس پر عمل کیا حالانکہ کچھ دیر پہلے یہ لوگ مسلمانوں کو قتل کرنے والے تھے اور مسلمانوں کے خلاف سازششیں کر رہے تھے لیکن صرف ایک لمحے میں آپ ﷺ نے ان سب کو آزاد فرمایا اور لوگوں کے سامنے رواداری کی مثال قائم کر دی۔

سوم: فتح مکہ کے موقع پر رواداری: صلح حدیبیہ کی صورت میں مسلمانوں اور کفار مکہ کے درمیان جنگیں بند ہوگئی تھیں۔ امن کا دور تھا۔ لیکن بنو بکر جو قریش کے حلیف تھے انہوں نے بنو خزاعہ جو مسلمانوں کے حلیف تھے، ان پر حملہ کر دیا اور بنو خزاعہ کا خون بہایا۔ جب

آپ ﷺ کو اس بات کا علم ہوا تو بہت افسوس کیا اور کفار مکہ کی طرف قاصد بھیجا اور فرمایا:

1. مقتولین کا خون بہادیا جائے۔
2. قریش بنو بکر کی حمایت سے الگ ہو جائیں۔
3. اعلان کر دیا جائے کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔

کفار مکہ نے تیسری شرط کو منظور کر لیا اور اس طرح حدیبیہ کا معاہدہ ختم ہو گیا۔ لیکن بعد میں کفار کو ندامت ہوئی اور معاہدہ کی تجدید کرانا چاہی ابو سفیان کے ذریعہ لیکن معاہدے کی تجدید نہ ہوئی اور آپ ﷺ نے مکہ کو فتح کرنے کا حکم دیا۔[35] فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے مکمل رواداری کا رویہ اپنایا۔ ان میں وہ تمام لوگ تھے جنہوں نے آپ ﷺ اور اصحاب کو انتہائی تکالیف پہنچائیں، دین اسلام قبول کرنے پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے حتی کہ گھر بار چھوڑنے پر مجبور کیا۔ آپ ﷺ نے ان کی طرف دیکھا اور خوف انگیز لہجہ میں پوچھا: "تم کو کچھ معلوم ہے۔ میں تم سے کیا معاملہ کرنے والا ہوں؟ یہ لوگ ظالم، شقی اور بے رحم ہونے کے باوجود مزاج شناس تھے پکار اٹھے: "تو شریف بھائی ہے اور شریف برادرزادہ ہے"۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "تم پر کچھ الزام نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو"۔ آپ ﷺ نے مہاجرین سے فرمایا کہ آپ اپنی ان مملوکات سے دست بردار ہو جاؤ جن پر کفار مکہ نے قبضہ کر لیا تھا۔ یہاں پر بھی آپ ﷺ نے ان کے ساتھ رواداری کا معاملہ فرمایا کہ کہیں لوگ ایسا نہ کہیں کہ مکہ فتح کرنے کے بعد مسلمانوں نے کفار سے اپنی جائیدادیں چھین لیں۔ آپ ﷺ نے صحابہ کو تلقین کی کہ وہ کسی سے زیادتی نہ کریں۔ آپ ﷺ نے یہ واضح فرمایا تھا کہ آج کا دن آزادی کا دن ہے۔ اس میں کسی کا خون نہیں بہایا جائے گا۔ اس طرح سے آپ ﷺ نے مکہ کو فتح کیا اور بالکل پر امن فضا پیدا کی۔ آپ ﷺ کی اس رواداری اور حسن سلوک کو قریش مکہ نے خوش آمدید کہا اور لوگ جوق در جوق اسلام قبول کرتے چلے گئے۔

چہارم: غزوہ حنین کے قیدیوں کے ساتھ رواداری: حنین مکہ اور طائف کے درمیان واقع ایک وادی ہے۔ جہاں بنو ہوازن اور ثقیف آباد ہیں۔ جب مکہ فتح ہوا تو ہوازن نے اس فتح کو اپنے لئے خطرہ سمجھا کیونکہ مکہ میں موجود تمام بتوں کو توڑ دیا گیا تھا اور مکہ کے تمام قبائل نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ اب صرف ہوازن اور ثقیف مشرکین ہی بچے تھے ہوازن کے لوگ بہت ماہر تیر انداز اور جنگجو تھے۔ ان کو خود پر بہت غرور تھا۔ اس لئے بنو ہوازن کے سرداروں نے ایک دوسرے سے مشورہ کیا اور مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاری شروع کر دی۔ ان کو یقین تھا کہ مکہ کے بعد اب باری ان کی ہے۔ اگر ہم پہل نہیں کرتے تو مسلمان پہلی ہی فرصت میں ہمارا خاتمہ کر دیں گے۔ اس لئے قبیلہ ہوازن کے سردار مالک بن عوف نضری نے بیس ہزار کا ایک لشکر تیار کیا اور ساتھ ہی یہ حکم بھی دیا کہ اپنے بیوی بچوں اور مال مویشیوں کو ساتھ لے کر جانا ہے۔ اگر ہمارے اندر بزدلی پیدا ہو تو اپنے اہل عیال کو دیکھ کر جنگ کرنے کا جذبہ پیدا ہو۔ اس طرح سے بنو ہوازن ثقیف کے ساتھ مل کر مسلمانوں پر حملہ کرنے کیلئے نکل پڑا۔[36] آپ ﷺ کو جب اس بات کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے ایک جاسوسی کے ذریعے معلومات حاصل کیں اور جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ میدان جنگ میں دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے۔ ابتداء میں مسلمانوں پر گھات لگا کر حملہ کیا گیا اور مجاہدین منتشر ہو گے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا مسلمانوں اکٹھے ہو کر حملہ کرو۔ جب مسلمانوں نے ان پر حملہ کیا تو یہ لوگ مقابلہ نہ کر سکے اور بھاگنے لگے۔ بنو ثقیف کے لوگ تو بھاگ کر اپنے طائف کے قلعوں میں چلے گے لیکن بنو ہوازن کے بہت سارے لوگ قتل ہوئے اور اس جنگ میں مسلمانوں کو سب سے زیادہ مال غنیمت حاصل ہوا اور ساتھ ہی بنو ہوازن کے چھ ہزار لوگ قیدی بنے۔[37]

پنجم: آپ ﷺ کی رضاعی بہن اور اسیران جنگ کا معاملہ: بنو ہوازن سے جو قیدی مسلمانوں کے ساتھ میں آئے ان میں آپ ﷺ

کی رضاعی بہن شیما بھی تھی۔ جب آپ ﷺ کو اس کے بارے میں معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے ان کو بلوایا اور اپنی چادر پر بٹھایا اور ان سے پوچھا اگر آپ میرے ساتھ رہنا چاہتی ہیں تو آپ رک جائیں اور اگر آپ چاہتی ہیں کہ آپ کو فائدہ مند چیز دے دی جائے تو آپ کی مرضی ہے۔ آپ ﷺ کی رضاعی بہن نے کہا کہ آپ مجھے فائدہ مند چیز دے کر اپنے قبیلے بھیج دیں۔ آپ ﷺ نے ان کو ایک غلام اور ایک باندی دے کر آزاد کر دیا۔[38]

ششم: اساریٰ بنو ہوازن: آپ ﷺ نے ہوازن کے قیدیوں کے ساتھ بھی رواداری اور حسن سلوک کا معاملہ فرمایا یہ وہ لوگ تھے۔ جو آپ ﷺ اور مسلمانوں کو قتل کرنے اور تباہ و برباد کرنے کے ارادے سے نکلے تھے اور اپنی پوری قوت کے ساتھ حملہ کرنے کیلئے آئے تھے۔ لیکن ان کا مقابلہ دنیا کے کسی ظالم حکمران سے نہیں تھا جو ان پر فتح حاصل کرنے کے بعد ان کو ہی تباہ و برباد کر دیتا۔ لیکن ان کا مقابلہ رحمت دو عالم ﷺ کے ساتھ تھا جو پوری انسانیت کیلئے رحمت بنا کر بھیجے گئے تھے۔ جب آپ ﷺ کا مقابلہ بنو ہوازن سے ہوا تو اللہ پاک کی نصرت اور مدد سے مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اور کفار کا لشکر بھاگ کھڑا ہوا۔ مسلمانوں کے ہاتھ بہت سارے قیدی آئے۔ لیکن ان تمام قیدیوں کو آپ ﷺ نے صرف اپنے رضاعی رشتے دار ہونے کے ناطے آزاد کر دیا۔ اس قبیلے کے سردار مالک بن عوف کو بھی کھلی آزادی دی کہ وہ آکر اسلام قبول کر لے تو اس کو معاف کر دیا جائے گا یہ وہ لوگ تھے جو اسلام اور آپ ﷺ کا خاتمہ کرنے کے ارادے سے نکلے تھے۔ لیکن آپ ﷺ نے ان کو اپنی رحیمانہ صفات کے ذریعے اسلام کی تعلیمات سے آگاہ کیا اور یہ لوگ اسلام قبول کرنے کیلئے فوراً تیار ہو گئے۔ یہ آپ ﷺ کی رواداری اور حسن سلوک کا نتیجہ ہے کہ پورا عرب مسلمان ہو گیا اور دین اسلام پورے عرب میں پھیل گیا۔

حاصل بحث

مذہبی رواداری ایک دوسرے کے مذہب و مسلک کے احترام کا نام ہے، اسلام رواداری کا دین ہے بلکہ صحیح معنوں میں رواداری کا بانی ہے جو ہر شخص کو مفید ہے، فکر اور مذہب کی آزادی دیتا ہے اور کسی کو بھی دوسرے کے مذہبی معاملات میں دخل اندازی کی اجازت نہیں دیتا۔ اسی طرح اسلام مذہب و مسلک کے اختلاف کی بناء پر کسی کو بھی ملکی حقوق سے محروم رکھنے یا اس کے ساتھ ناروا سلوک برتنے کی اجازت نہیں دیتا، بلکہ ان کو برابر کے حقوق دیتا ہے۔ اسلام دنیا میں امن و سلامتی کا داعی ہے۔ اسلامی ریاست اقلیتوں کے جان، مال، عزت، و آبرو کو تحفظ فراہم کرتی ہے۔ اقلیتوں کے حقوق کی پاسداری کرتے ہوئے ان کی دیت کو مسلمانوں کی دیت کے برابر تسلیم کیا گیا ہے۔ تمام اقلیتوں کو نجی زندگی اور شخصی آزادی کے ساتھ مذہبی آزادی بھی دی گئی ہے اور ان پر کسی قسم کی دیت درازی کو ظلم سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اقتصادی اور معاشی حوالے سے اقلیتوں کو جس طرح ضروری اور بنیادی حقوق فراہم کیے گئے ہیں، اسی طرح معاشرتی اور تمدنی حوالے سے بھی ان کے حقوق کا پوری طرح خیال رکھا گیا ہے۔ فلاحی ریاست میں مسلم اور غیر مسلم حقوق کے حوالے سے برابر ہیں۔

سفارشات

- اقلیتوں کے حقوق کے بارے میں عوامی عدم واقفیت کئی قسم کے مسائل پیدا کر رہی ہے، اقلیتوں کے حقوق کی آگاہی کے متعلق لوگوں کی تعلیم دینی چاہیے۔
- فلاحی مسلم ریاستوں اور غیر مسلم ریاستوں میں اقلیتوں کے حقوق کی پاسداری کے تقابلی مطالعہ کی بھی ضرورت ہے، تاکہ اس بارے میں اسلام کا حقیقی اور روشن چہرہ دنیا کے سامنے لایا جاسکے۔

- ذرائع ابلاغ کو اقلیتوں کے حقوق کی آگاہی کے متعلق مثبت اور بھرپور کردار ادا کرنے کی اشد ضرورت ہے۔
- عصر حاضر میں فلاحی ریاستوں میں اقلیتوں کے حقوق کی پاسداری کے حوالے سے سروے طریقہ تحقیق کی بھی ضرورت ہے تاکہ مختلف علاقوں میں اقلیتوں کے حقوق کی حقیقی صورتحال سامنے آسکے۔
- حکومت مختلف مسالک و مذاہب کے علماء کو ایک میز پر بیٹھا کر رواداری کی اہمیت بیان کرائے۔ علماء خطباء وقتاً فوقتاً جمعہ کے خطبہ میں رواداری کے موضوع کو بیان کر کے عوام میں اس کی اہمیت کو اجاگر کریں۔ پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا پوری دنیا میں اس موضوع پر بھرپور نشرواشاعت کرے۔

References

1 Al-Qur'ān 2:178.
2 Ibn Kathīr, ʿImād al-Dīn, *Tafsīr Ibn Kathīr* (Karachi: Hasan al-Qur'ān Publishers, 2013), 1:249.
3 Fīrōz al-Dīn, Molvī, *Fīrōz al-Lughāt* (Lahore: Fīrōz Sons Private Limited, 2021), 765.
4 https://kgars.org/Topic , Accessed on 11th March 2021.
5 Monis Razā, *"Islām Rawādārī kā ʿAlam Bardār,"* https://www.iattock.com/islam-is-a-champion-of-toleranc , Accessed on 11th March 2021.
6 Maudūdī, Abū al-Aʿlā, Sayyid, *Tafhīmāt* (Lahore: Islamic Publications Pvt. Ltd., 2000), 1: 114–115.
7 Al-Qur'ān 49:10.
8 Maudūdī, Abū al-Aʿlā, Sayyid, *Tafsīr Tafhīm al-Qur'ān* (Lahore: Idāra Tarjumān al-Qur'ān, 1983), 5:78–83.
9 Iṣlāḥī, Amīn Aḥsan, *Tadabbur al-Qur'ān* (Lahore: Farān Foundation, 2002), 7: 499–500.
10 Al-Qur'ān 49:9.
11 Ibn Kathīr, ʿImād al-Dīn, *Tafsīr Ibn Kathīr*, 4:251–252.
12 Al-Qur'ān 24:59.
13 Aḥmad ibn Ḥanbal, *Musnad Aḥmad* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 2001), No. 16810.
14 Muslim ibn Ḥajjāj, *Ṣaḥīḥ Muslim,* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 2014), Kitāb al-Birr wa al-Ṣilah wa al-Adab, Bāb Tarāḥum al-Muʾminīn wa Taʿāṭufihim wa Taʿāḍudihim, No. 6586.
15 Ibid, No. 6585.
16 Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī,* (Riyadh: Dār al-Salam, 2015), Kitāb al-Adab, Bāb Taʿāwun al-Muʾminīn Baʿḍuhum Baʿḍan, No. 6026.
17 Al-Qur'ān 25:72.
18 ʿUthmānī, Muftī Muḥammad Shafīʿ, *Maʿārif al-Qur'ān* (Karachi: Idāra Maʿārif al-Qur'ān, 2011), 5:335.
19 Al-Qur'ān 28:55.
20 Kandhlawī, Muḥammad Idrīs, *Maʿārif al-Qur'ān* (Lahore: Maktaba ʿUthmāniyah, 1419 AH), 6:56.
21 Abd al-Ṣamad Shaykh, *"Islām mein Aqalliyaton ke Ḥuqūq kā Taḥaffuẓ," Maʿārif Research Journal* (Islamabad: Allama Iqbal Open University, 2013), 11–27.
22 Al-Qur'ān 6:108.
23 Ibn Kathīr, *Tafsīr Ibn Kathīr,* 2:117.
24 Ibid, 2:198.
25 Azhari, Pīr Karam Shāh, *Ziyāʾ al-Nabī* ﷺ (Lahore: Ziyāʾ al-Qur'ān Publications, 1420 AH), 4: 215–216.
26 Ibid.
27 Ḥaykal, Muḥammad Ḥusayn, *Ḥayāt Muḥammad* ﷺ (Lahore: Mujāhid Printing Press, 2017), 606–608.
28 Ibn Hishām, ʿAbd al-Malik, *Sīrat al-Nabī* ﷺ (Lahore: Islāmī Kutub Khānah, n.d.), 2:403.
29 Ibid.

30 Kandhlawī, Muḥammad Idrīs, *Sīrat Muṣṭafā* ﷺ (Karachi: Altaf and Sons, 2012), 3:20–21.
31 Azhari, *Ziyāʾ al-Nabī* ﷺ, 4: 621–622.
32 Qāsmī Bastawī, Mawlānā Shaukat ʿAlī, *"Islām mein Dīgar Aqwām aur Ahl al-Mazāhib ke Sāth Ḥusn al-Sulūk,* http://www.daruloomdeoband.com/urdu/Articles, Accessed on 12th March. 2021.
33 Nadwī, Sayyid Sulaymān, *Sīrat al-Nabī* ﷺ (Lahore: Maktaba Islāmiyyah, 2013), 1:233–234.
34 Ibn Hishām, ʿAbd al-Malik, *Sīrat al-Nabī* ﷺ *Kāmil,* 2:345–350.
35 Nadwī, Sayyid Sulaymān, *Sīrat al-Nabī* ﷺ, 1:342–343.
36 Muḥammad Ṭufayl, *Nuqūsh Rasūl* ﷺ *Number*, 5: 471–472.
37 Kandhlawī, *Sīrat Muṣṭafā* ﷺ, 2: 427–431.
38 Ibn Hishām, *Sīrat al-Nabī* ﷺ *Kāmil*, 2: 548.